''ضرورت اور حاجت''

عامر نواز بنوی
متخصص فی الفقہ الاسلامی
جامعہ المرکز الاسلامی بنوں

تمہید:

اس کائنات میں اللہ رب العزت نے انسان کو پیدا فرمایا تو اس کے لئے دین، اسلام منتخب فرمایا، اس لئے کہ انسان جس طرح اشرف المخلوقات ہیں تو اس طرح اس کا دین بھی اشرف ہو اور وہ اسلام ہی ہے۔اور یہ اسلام دین فطرت ہے اور چونکہ اللہ تعالی کا عطاء کردہ ہے اس لئے یہ ایک ایسا ضابطہ حیات ہے کہ جس میں تمام انسانوں کے لئے زندگی کے تمام گوشوں اور تمام پہلو کی رہنمائی موجود ہے۔اور اس میں کسی قسم کی تنگی نہیں ہے۔ جب بھی انسان کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو بآسانی اپنے دین اسلام سے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

اللہ تعالی نے اس دین میں آسانی پیدا فرمائی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں بار بار اس کی وضاحت کی جاچکی ہے۔

اس سلسلے کے چند نصوص درج ذیل ہیں۔

" یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (۱)

ترجمہ: اللہ تعالی نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کریں۔

"وما جعل علیکم فی الدین من حرج"

ترجمہ: اللہ تعالی نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کریں۔

''وما جعل علیکم فی الدین من حرج''(۲)

اور نہیں رکھی تم پر دین میں کوئی تنگی۔

فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ.(۳)

ترجمہ: جو شخص بیتاب ہو جائے جو طالب لذت نہ اور نہ تجاوز کرنے والا ہو۔(تو حرام چیزوں کے کھانے کیوجہ سے) اس پر

کوئی گناہ نہیں ہے۔

اسی طرح احادیث نبویہ ﷺ میں بھی اس طرح کی سہولتوں کا تذکرہ موجود ہیں۔ جیسا کہ "**بشروا ولا تنفروا، یسروا ولا تعسروا**"(۴)

"تم سب خوشخبری کی تعلیم دینا، نفرت کی باتیں نہ کرنا، آسانی کرنا، دشواری نہ کرنا۔"

"**احب الدین الی اللہ تعالی الحنیفیہ السمحۃ**"(۵)

اللہ تعالی کے نزدیک محبوب ترین دین، دین حنیف ہے جو سہل ہے۔

تو ان تمام روایات وآیات کریمہ اور اس طرح کے بہت سے دلائل ہیں جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کا کتنا لحاظ رکھا ہے اور ان کی زندگی کے تمام پہلوں کو مدنظر رکھا ہے۔ اور اس میں ان کے لئے آسانی پیدا فرمائی ہے۔ لہذا جہاں بھی کوئی ضرورت وحاجت ہوتی ہے تو وہاں ان کے لئے رہنمائی موجود ہوتی ہے۔

ضرورت اور حاجت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:۔

عرف اور لغت میں ضرورت وحاجت یہ دونوں تقریباً مترادف ہیں۔ ایک کی جگہ دوسرے کا استعمال ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ لغت میں "الضراء، الضرۃ، اور الضرورۃ کے معنی سختی، قحط، جانی ومالی نقصان اور حاجت" کے لکھتے ہیں۔

اس طرح لغت میں "**رجل ذوضارورۃ و ضرورۃ ای ذوحاجہ**"(۶)

ضارورت والا اور ضرورۃ والا آدمی یعنی حاجت والا۔

اس طرح لسان العرب میں ہے۔(۷)

"**الضرورۃ اسم لمصدر الاضطرار، تقول حملتنی الضرورۃ علی کذا و کذا.**

ضرورت اسم ہے مصدر اضطرار کا، تم کہتے ہو ضرورت نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا۔

قاموس میں ہے۔

"**والضرورۃ الحاجۃ**' ضرورت یعنی حاجت(۸)

لیکن بعض حضرات نے لغوی اعتبار سے ضرورت اور حاجت کے درمیان تھوڑا فرق کیا ہے۔

ضرورت لغت میں:

علامہ صرجانی کی کتاب التعریفات میں ہے

"**الضرورۃ مشتقۃ من الضرر وھو النازل مما لا مدفع لہ**"(۹)

ضرورت، ضرر سے مشتق ہے اور یہ ایسی سخت مصیبت کو کہتے ہے جس کے دفعیہ کی کوئی راستہ نہ ہو۔

حاجت لغت میں:

"ما یفتقر الیه الانسان و یطلبه"(۱۰)

کہ جس کی طرف انسان کی طلب اور احتیاج ہو، تو اسے حاجت کہتے ہیں

ضرورت اور حاجت اصطلاح شرح میں:

ضرورت۔مالا بد منه فی بقائه'(۱۱)

جس کے بغیر آدمی کی بقاء مشکل ہو تو یہ ضرورت ہے۔

۲)الضرورة هی خوف الضرر بترک الاکل اما علی نفسه او علی عضو من اعضائه"(۱۲)

ضرورت یہ ہے کہ نہ کھانے کیوجہ سے یا تو جان کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا کسی عضو کے تلف ہونے یا اس پر ضرر آنے کا خوف ہو۔

حاجت، اصطلاح شرع میں:۔

۱)"الحاجة ما یفتقر الیه الانسان مع انه یبقی بدونه"(۱۳)

شریعت میں حاجت اس کو کہتے ہے کہ انسان اس کا محتاج تو ہو لیکن اس کے بغیر ہلاکت کا خطرہ نہ ہو۔

۲)"الحاجة کا لجائع الذی لو لم یجد ما یأکله لم للملک غیر انه یکون فی جهد و مشقه و هذا لا یبیح الحرام و یبیح الفطر فی الصوم"(۱۴)

یعنی حاجت اس کو کہتے ہیں کہ آدمی اگر اس کو نہ پائے تو ہلاک تو نہیں ہوگا مگر مشقت اور شدید تکلیف میں پڑھائے اور اس کی وجہ سے حرام چیزیں تو حلال نہیں ہوتی لیکن روزہ کو افطار کرنے کی سہولت دی جائے گی۔

شیخ احمد بن الشیخ محمد الزرقاء حاجت کی تعریف ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں

الحاجة هی الحالة التی تسدعی تسیرًا اور تسهیلاً لا جل الحصول علی المقصود فهی دون الضرورة من هذه الجهت"(۱۵)

یعنی حاجت اس حالت کو کہتے ہیں جو مقصود شرع کے حصول کے لئے سہولت اور آسانی کی متقاضی ہو اس حیثیت سے یہ حالت ضرورت سے کمتر درجے کی ہے۔

ضرورت اور حاجت کے درمیان فرق:۔

۱)ضرورت اور حاجت کے درمیان فرق تو ان کی تعریفات سے وضح ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے۔کہ ضرورت محض ہلاکت نفس سے حفاظت کے لئے کسی فعل کے ارتکاب پر مجبور ہو جانے کا نام ہے تو اس طرح ضرورت اضطرار کی طرح ہو گیا۔جبکہ حاجت اس سے کم درجے کا ہوتا ہے۔

۲)دوسرا فرق یہ ہے کہ ضرورت کا تعلق صرف نفس کی حفاظت کیساتھ خاص ہے زندگی کے دوسرے شعبوں میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے۔

جبکہ حاجت عام ہے نفس کے ہلاکت کی وجہ سے کوئی کام کرنا پڑے یا زندگی کے دوسرے شعبوں کے مطابق کوئی حاجت ہو تو اس کا اس میں دخل ضرور ہوتا ہے۔

۳)ایک فرق یہ ہے کہ حاجت کی وجہ سے حرام لغیرہ مباح ہو جاتا ہے جبکہ ضرورت کی وجہ سے حرام لعٖینہ بھی مباح ہو جاتا ہے(۱۶)

۴)ضرورت اور حاجت کے درمیان فرق کو اس طرح بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ ضرورت کے بغیر دینی و دنیاوی مصالح بالکل ناپید اور محال ہو جاتے ہیں۔اور اس کی وجہ سے اُخروی نعمتوں سے انسان محروم ہو جاتا ہے اور یقینی طور پر گھاٹے میں رہتا ہے جبکہ حاجت کی وجہ سے انسان تکلیف اور مشقت میں مبتلاء تو ہو جاتا ہے لیکن اس کے بغیر دینی و دنیاوی مصالح کا فقدان نہیں ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ حاجت کی وجہ سے حرام کو حلال تو نہیں کیا جاتا البتہ بہت سے احکام میں رعایت اور سہولت دی جاتی ہے۔

۵)قواعد الفقہ میں ضرورت و حاجت کی تعریف سے فرق بہت خوب واضح ہو جاتا ہے۔

قواعد الفقہ کی تعریف یہ ہے۔

"الحاجة ما يفتقر الأنسان اليه مع انه يبقى بدونه ،والضرورة مالا بدله فى بقائه(۱۷)

۶)باالفاظ دیگر ضرورت و حاجت کے درمیان فرق یوں بھی بیان کیا جاتا ہے۔کہ ضرورت عام ہے۔جبکہ حاجت خاص ہے۔ہر ضرورت کے اندر حاجت کا مفہوم داخل ہے لیکن ہر حاجت کے اندر ضرورت کا مفہوم داخل نہیں ہے(۱۸)

۷)ایک فرق یہ ہے کہ ضرورت کا اعتبار مواضع نص میں تب بھی ہوتا ہے اس صورت میں ضرورت کو نصوص سے مستثنیٰ شمار کیا جاتا ہے گویا کہ ضرورت اس نص کے تحت داخل ہی نہیں ہے۔جبکہ نصوص میں حاجت کا اعتبار نہیں ہوتا۔اس کو"الاشباہ والنظائر"میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

المشقه والحرج انما يعتبر فى مو ضع لا نص فيه واما مع النص بخلافه فلا ".(۱۹)

(۸) ایک فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حاجت کا حکم مستمر اور دائمی ہوتا ہے جبکہ ضرورت کا حکم موقت ہوتا ہے جب تک ضرورت قائم ہو تو حکم بھی لگے گا جب ضرورت مرتفع ہو جائے تو حکم بھی مرتفع ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ضرورت کی وجہ سے حکم بقدر ضرورت لگتا ہے۔ (۲۰)

۹) ایک فرق یہ ہے کہ حاجت کا وقوع عموماً معاملات اور حقوق العباد میں ہوتا ہے جبکہ ضرورت کا تعلق عموماً حقوق اللہ کیساتھ ہوا کرتا ہے۔ اس کی اصل وہی ہے کہ معملات میں کافر کا قول بالا جماع مقبول ہے جیسا کہ اگر کوئی شخص اپنے کافر نوکر کو بازار بھیجے گوشت لانے کے لئے اور وہ گوشت لاکر کہے کہ حلال ہے تو اس کا قول معتبر ہوگا۔ اس لئے کہ یہ قول اور خبر عاقل سے صادر ہوا ہے۔

ایک فرق یہ ہے کہ محرمات میں ضرورت کا موثر ہونا قرآن کریم میں صراحت کیساتھ مذکورہ ہے۔ جبکہ محرمات میں حاجت کا موثر ہونا قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے بلکہ آحادیث میں مذکور ہے اور ان میں بھی بعض آحادیث قطعی الدلالت نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے محرمات میں حاجت کے موثر ہونے میں علماء کے اندر اختلاف پیدا ہوا کہ کیا حاجت بھی محرمات میں موثر ہے یا نہیں؟

ضرورت اور حاجت کے حدود و شرائط:۔

ضرورت و حاجت کے شرائط اور حدود کو فقہاء کے عام طور دو اور دو چار کی طرح واضح نہیں فرمایا ہے بلکہ کچھ فقہی جزیات کو سامنے رکھ کر کچھ قواعد مقرر فرمائے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

۱) اھون البلیتین کا انتخاب کرنا''

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے جب کسی مفسدہ کو دور کرنا ہو تو اس میں اس بات کی رعایت رکھی جائے گی کہ کہیں اس مفسدہ سے بڑھ کر کوئی اس سے بڑا مفسدہ پیدا نہ ہو چنانچہ فقہاء کے اس سلسلہ کے قواعد معروف و مشہور ہے۔

۱) **الضرر لا یزال بالضرر**

''کہ ایک ضرر کے ذریعے دوسرے ضرر کو دور نہیں کیا جائے گا''

۲) **یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام "**

ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا''

۳) **اذا تعارض مفسد تان روعی اعظمھما ضررًا بارتکاب اخفھما "**

''جب دو مفاسد متعارض ہو، تو کمتر ضرر کا ارتکاب کر کے بڑے ضرر سے بچا جائے گا۔

۴) **اذا تعارضت مفسدة و مصلحة قامت دفع المفسدة غالباً''۔**

اگر مفسدہ سے بچنے اور مصلحت کے حصول کا ٹکراؤ ہو تو مفسدہ کو دور کرنے کو ترجیح دی جائیگی۔

۵)**المصلحة تراعی اذا غلبت علی المفسدة"**

''مصلحت کی رعایت اس وقت کی جائے گی۔ جبکہ اس کا مفسدہ کم ہو۔''

۶) علامہ ابن نجیم نے اس کو ان الفظ میں بیان کیا ہے

"وقد تراعی المصلحة لغلبتها علی المفسده."

لہذا ان قواعد کا خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ "اھون البلیتین "کو ترجیح حاصل ہوگی خواہ وہ کسی صورت میں بھی ہو۔

اس کو وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ احکام کے مقاصد پانچ ہیں

۱)...... تحفظ دین

۲)...... تحفظ نفس

۳)...... تحفظ نسل

۴)...... تحفظ مال

۵)...... تحفظ عقل

شریعت میں ان کی ترتیب بھی یہی ہے کہ پہلے تحفظ دین ہے پھر تحفظ نفس وغیرہ۔ اور ان مقاصد خمسہ کے متعلق احکام کے تین درجات ہیں۔

(۱)...... ضرورت

(۲)...... حاجت

(۳)...... تحسین

اب دیکھا جائیگا کہ مقاصد خمسہ میں سے اگر ایک کی ضرورت ہو اور دوسرے کی حاجت تو ضرورت کو ترجیح دی جائیگی، اسی طرح اگر حاجت و تحسین میں تعارض ہو تو حاجت کو ترجیح ہوگی۔

اس کی مثال اس طرح بن جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نماز میں مشغول ہے۔ اور دوسرے شخص کے ڈوب جانے یا جل جانے کا خطرہ ہو، تو اس شخص کو نماز توڑ کر، اس دوسرے شخص کو بچانا واجب ہے کیونکہ شخص مذکور جو ڈوب رہا ہے یا جل رہا ہے، وہ ضرورت کی کیفیت میں ہے کیونکہ اس پر تحفظ نفس واجب ہے اور نماز کو پورا کرنا اور درمیان میں نہ توڑنا، تحفظ دین کی وجہ سے حاجت کی کیفیت میں ہے، لہذا ضرورت کو ترجیح ہوگی اور اس شخص کو نماز توڑ کر، اس دوسرے شخص کی جان بچائے گا وقس علی ھذا۔

اور اگر مقاصد خمسہ میں سے دونوں کی ''ضرورت'' میں تعارض ہو جائے، تو دین کو نفس پر، نفس کو نسل پر، نسل کو عقل پر اور عقل کو مال پر ترجیح حاصل ہوگی، مثلاً جہاد فی سبیل اللہ تحفظ دین کے لئے ضرورت ہے اور جہاد سے اجتناب تحفظ نفس کے لئے ضرورت ہے تو

یہاں تحفظ نفس پر تحفظ دین کو ترجیح ہوگی جہاد فرض ہوگا، اسی طرح اگر کسی عورت کو زنا پر مجبور کیا جائے اور اکراہ کی کیفیت ہو جائے تو تحفظ نفس کی خاطر اس عورت کے لئے اجازت ہے، اسی طرح اگر تحفظ نفس کی خاطر شراب پینے کی ضرورت ہو جائے۔ یہ تحفظ نفس کی ضرورت کو تحفظ نسل اور تحفظ عقل پر ترجیح دینا ہے۔ ضرورت، حاجت اور تحسین پر عمل اور ترجیح کے سلسلے میں یہ اصول کو اس طور پر تقریباً اصولین نے بیان نہیں کیے لیکن اگر ان کے یعنی فقہاء اور اصولین کے استدلات، ترجیحات اور اجتہادات میں غور کیا جائے تو ان شاء اللہ انہی اصول اور قواعد کی تصدیق ہو جائے گی۔

جان بچانے کے لئے شراب نوشی کی اجازت کیوں کر ہوگی؟ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ تحفظ نفس کو تحفظ عقل پر ترجیح کیوں دی جائی، اس کی وضاحت علامہ سرخسیؒ نے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

"من امتنع من تناول الحرام حتى يتلف نفسه يكون آشما، يوضحه ان سبب الحرمة وجوب صيانة عقلله عن الاختلاط اذا لفساد يشرب الخمر وصيانة بدنه عن ضرر تناول الميتته وصيانة البعض لا يتحقق فى ابلان الكلفكان الامتناع فى هذه الهالة اتلافا النفس من غير ان يكون فيه تحصيل ما هوا لمقصود بالجرمة فلا يكون مطعا لربه بل يكون متلفا نفسه بترک الترخص فيكون آثما".

ترجمہ: جو شخص حرام کھانے سے رک جائے یہاں تک، کہ آپنے آپ کو ہلاک کر لے وہ گنہگار ہوگا، اس کی وضاحت اس بات سے ہوتی ہے کہ سبب حرمت یہ ہے کہ میتہ کھانے کے ضرر سے اپنے بدن کو بچانا اور شراب نوشی سے پیدا ہونے والے فساد اور خلل سے عقل کو بچانا واجب ہے اور کل کو ہلاک کر کے بعض کو بچانا نہیں جا سکتا۔ پس اس حالت میں مراد اور شراب پینے سے رکنا آپنے آپ کو ہلاک کرنے کے مترادف ہے باوجود یہ کہ اس سے کوئی مقصود بھی حاصل نہیں ہوتا، جس وجہ سے یہ چیزیں حرام کی گئی ہے، لہذا اس طرح رخصت سے فائدہ اٹھا کر آپنے رب کا فرمانبردار نہ ہوگا۔ بلکہ یہ شخص اپنے نفس کو ضائع کرنیوالا شمار ہوگا اور گنہگار تصور کیا جائیگا۔" (۲۱)

اسی طرح امام عبدالعزیز بخاری کا بیان ہے وہ فرماتے ہے کہ **"وكذالک فى استهلاک اموال الناس يرخص فيه بالاكراه التام لان حرمة النفس فوق حرمة المال فاستقام ان يجعل وقاية لها".** (۲۲)

"اسی طرح حالت اکراہ میں لوگوں کے مال ہلاک کرنے کی رخصت حاصل ہوتی ہے کیونکہ جان کی اہمیت مال سے بڑھ کر ہے۔ لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اس کو تحفظ جان کے لئے ڈھال بنالیا جائے"۔

تو اس میں غور کرنے سے یہی اصول اور قواعد نکلتے ہیں جو ماقبل میں مذکور ہوئے؛ "واللہ اعلم بالصواب"۔

۲) دوسرے کے حق میں مفسدہ نہ ہو:۔

"ضرورت" کی وجہ سے اگر کسی کے شخصی مفسدے کو دور کیا جائے تو اس کے لئے یہ دیکھنا ہوگا کہ کہیں یہ کسی دوسرے شخص کے لئے اس جتنا یا اس سے زیادہ مفسدے کا سبب نہ بن رہا ہو۔ اگر دوسرے شخص کے لئے مفسدے کا سبب بن رہا ہو تو اس "ضرورت" کا

اعتبار نہیں ہوگا جیسا کہ ''الضرر لایزال بالضرر'' کا یہی منشاء ہے۔

اس لئے فقہاء نے ایک مضطر کو دوسرے مضطر شخص کے کھانے کی اجازت نہیں دی ہے۔(۲۳)

۳)مباح متبادل موجود نہ ہو:۔

اگر ''ضرورت'' و ''حاجت'' کی بناء پر کسی منصوص حکم میں تخصیص کرنا مقصود ہو تو سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہوگا۔ کہ اس کا کوئی بدل موجود ہے یا نہیں اگر موجود ہو تو اس ضرورت و حاجت کو چھوڑ کر اس بدل پر عمل کیا جائیگا۔ اس لئے کہ اب ضرورت متحقق ہی نہیں ہے۔

فقہاء کے نزدیک اس کی بہت سی مثالیں موجود ہے جیسا کہ ''نبیذ تمر'' سے وضوء کی اجازت عدم ماء مطلق کی صورت میں دی جاتی ہے۔ اس طرح ریشم کے کپڑے باوجود خارش اور قتال کے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پہننا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کام کے لئے ایسے کپڑے موجود ہے جسکا بانا ریشمی اور اورتانا غیر ریشمی ہو وغیرہ۔۔

عبادات ومعاملات میں اس طرح کے بہت سارے احکام منصوص موجود ہے۔

۴)ضرورت بقدر ضرورت معتبر ہے:۔

یعنی فقہاء نے جہاں پر بھی ضرورت اور حاجت کی بناء پر میں محرمات اور ممنوعات کی اجازت دی ہے تو اس میں اس بات کا لحاظ ضروری ہے، کہ محض ضرورت کے بقدر استعمال کیا جائے۔ قرآن کریم میں بھی اس کی طرف اللہ رب العزت نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے۔

''فمن اضطر فی مخمصة غیر متجانف لاثم فان الله غفور الرحیم ''(۲۴)

ایک دوسری جگہ فرمایا ہے۔

''فمن اضطر غیر باغ ولا عادٍ''(۲۵)

یعنی حالت اضطرار میں بھی اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ حد سے تجاوز بھی نہ ہو۔ اور خواہشات کی پیروی بھی نہ ہو۔ تو اس صورت میں ممنوع اور حرام چیز سے بقدر ضرورت فائدہ اٹھانا جائز ہے۔

اس کے علاوہ بھی فقہاء کے یہاں کچھ قواعد ملتے ہیں۔

۱)ما ابیح للضرورة یقدر بقدر ھا''

''یعنی جو چیزیں ضرورت کی وجہ سے جائز قرار دی گئی ہے وہ بقدر ضرورت ہی جائز رہتی ہیں۔

۲)ما جاز لعذر بطل بزواله''

جو چیز کسی عذر کیوجہ سے جائز ہو، اس عذر کے زوال سے حرمت لوٹ آجائے گی۔

اذا زال المانع عاد الممنوع "

یعنی مانع کے زوال سے ممنوع لوٹ آئے گی۔

۵) نصوص کا کلی طور پر اہمال نہ ہو:

ضرورت اور حاجت کی بناء پر اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ نصوص بالکلیہ بے اثر نہ ہو جائے اس لئے کہ یہ جائز نہیں ورنہ تو شریعت بازیچہ اطفال بن کررہ جائے، ہاں اس بات کی اجازت ہے کہ ضرورت کے تحت نص کی تخصیص اور شریعت کے عمومی مزاج کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس سے استثنا حاصل کرلے اور فقہاء کے نزدیک یہ جائز ہے اور اس کی بہت سی نظیریں موجود ہے۔ مثلاً "بلی" چونکہ گھروں میں کثرت کیساتھ رہتی ہے تو اس کے پیشاب سے بچنا مشکل ہے، تو فقہاء نے اس کو معاف قرار دیا ہے لیکن صرف کپڑوں کے حق میں اور اگر یہی پیشاب برتن کو لگ جائے تو اس میں معاف نہیں ہے اور موجب نجاست ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ بالکلیہ نص کو کسی مسئلے میں نہیں چھوڑا جائے گا۔ بلکہ تخصیص کی جائے گی۔

۶) ضرورت بالفعل پائی جائے:۔

ضرورت کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ فی الحال موجود ہو محض امکان کے درجہ میں ہونا کافی نہیں ہے۔ یہی صورت اضطرار میں بھی ہونی چاہیے کہ فی الحال اضطرار کی حالت ہو تب تو رخصت دی جائے گی۔ اور اگر فی الحال اضطرار کی سی کیفیت نہ ہو تو رخصت نہیں دی جائے گی۔

علامہ زحیلیؒ فرماتے ہے کہ:

"ان تکون الضرورۃ قائمہ لا منتظرۃ فی المسقبل ای ان تحصل فی الواقع خوف الھلاک علی النفس او المال بغلبۃ الظن حسب التجار اوا لتحقیق من خطر التلف لو لم یاکل(۲۶)

"کہ ضرورت متحقق ہو، محض امکان کے درجے میں نہ ہو یعنی فی الحال جان کا خوف ہو یا تاجرانہ تجربے کے مطابق مال کے ضائع ہونے کا غالب گمان ہو یا یہ کہ اگر نہ کھائے تو ہلاکت کا یقین ہو۔

ضرورت وحاجت کے تحت احکام کی قسمیں:

ضرورت وحاجت کے تحت احکام کی تین قسمیں ہیں

۱) پہلی قسم کے احکام وہ ہیں جو منصوص ہیں اور جن کو کتاب وسنت نے اصولاً مشروع قرار دیا ہے یا ان کی مشروعیت پر اجماع ہو گیا ہے۔ جیسے بیع معدوم کی ممانعت کے باوجود بیع سلم، اجارہ یا استصناع کی اجازت، تو یہ مستقل حکم کی حیثیت رکھتے ہیں، ایسے منصوص

احکام اصل میں ضرورت اور حاجت کے تحت داخل ہی نہیں۔

۲) دوسری قسم کے احکام وہ ہیں جن کو مستقل طور پر مشروع نہیں کیا ہے۔ لیکن غیر معمولی حالات میں وقتی طور پر اور محدود حد تک اس کی حرمت اٹھادی گئی ہے جیسے حالت اضطرار میں اکل میتہ وغیرہ کی اجازت تو ایسی احکام کی حیثیت استثنائی ہے۔

۳) تیسری قسم کے احکام وہ ہیں جن کو فقہاء نے ضرورت وحاجت کی بناء پر مستقل طور پر جائز قرار دیا ہے جیسے پاکی اور ناپاکی کے مسائل میں بہت سی سہولتیں اور رعایتیں، تو یہ بھی مستقل احکام کے درجے میں ہے، لیکن عام طور پر اس قسم کی رعایت محرمات قطعیہ میں نہیں برتی گئی ہے، بلکہ جن مسائل میں بظاہر نص متعارض ہو یا قیاس متعارض ہو اور سلف کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہو، اس میں فقہاء ضرورت وحاجت کے تحت مستقل طور پر جواز کا حکم لگاتے ہیں، غیر معمولی حالات جن میں فقہاء نے محرمات قطعیہ کی اجازت دی ہے جیسے اکراہ تو وہاں بھی ان احکام کی حیثیت محض استثنائی اور عارضی ہوتی ہے۔

ضرورت وحاجت کے تحت ثابت شدہ احکام پر قیاس کا مسئلہ:

جو احکام ضرورت وحاجت کے تحت ثابت ہو تو اس پر دوسرے احکام کو قیاس کرنا درست نہیں، اس لئے کہ ضرورت وحاجت کے حدود وشرائط میں یہ بات مذکورہ ہو چکی ہے کہ یہ احکام بقدر ضرورت ثابت ہوتے ہیں لہذا ان احکام پر دوسرے احکام کو قیاس کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ جیسے علامہ عبدالعزیز بخاری کا بیان ہے:

وفرق ما بين المسحسن بالاثراد لاجماع اوالضرورة وبين الستحسن بالقياس الخفي ان هذا يصح تعديعته بخلاف اقسام الاولى لا نها غير معوله(۲۷)

استحسان بالقیاس الخفی سے ثابت حکم اور استحسان بالاثر اور بالاجماع یا بالضرورت سے ثابت حکم کے درمیان یہ فرق ہے کہ استحسان بالقیاس میں قیاس جائز ہے بخلاف اس کے جواثر، اجماع یا ضرورت کی وجہ سے ہو کہ اس میں قیاس کی گنجائش نہیں ہے۔

ضرورت وحاجت کے اسباب:

ضرورت اور حاجت کے پیدا ہونے کے مختلف اسباب ہیں۔ ان میں سے بعض منصوص ہیں۔ ان میں سے بعض تو وہ ہے جن کو اصولین نے ''عوارض اہلیت'' کا نام دیا ہے یا جن کو اسباب رخص'' کہا جاتا ہے جیسے سفر، قرض، اکراہ، نسیان، خطا، جہل وغیرہ، عام طور پر ان احکام سے متعلق سہولتیں اور رخصتیں منصوص ہیں اور اجتہاد وقیاس کی بناء پر بہت کم ان میں اضافہ کی گنجائش ہے۔ چنانچہ امام رازی فرماتے ہے:

"مذهب الشافعي انه يجوز اثبات التفديرات والكفارات، والحدود والرخصى بالقياس وقال ابو حنيفهؒ واصحابه لا يجوز.(۲۸)

امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ اوزان وتقاریر، کفارات، حدود اور رخصتیں، قیاس سے ثابت کیے جا سکتے ہیں جبکہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب ان کو جائز قرار نہیں دیتے۔''

لیکن فقہاء نے عام طور پر اجتہاد کے ذریعے کسی بات کو حاجت وضرورت کا درجہ دے کر حکم میں تخفیف وسہولت کی بنیاد ''عرف وعادت'' کو بنایا ہے کیونکہ جو چیز انسان کی عادت میں داخل ہو اس سے اس کو روکنا اس کے لئے حرج وتنگی کا باعث ہو جاتا ہے، فقہاء کے یہاں کثرت سے اس قسم کے اقوال ہیں کہ:

ولھم فی ذالک عادۃ ظاھرۃ وفی نزع الناس عن عادتھم حرج''(۲۹)

اس سلسلے میں لوگوں کے مروج طریقے ہیں اور ان کو ان کی عادات ورواجات سے روکنے میں حرج ہے۔

اس لئے خیال ہوتا ہے کہ تعامل ہی نہیں بلکہ استحسان بالضرورت بھی اصل میں ''**الضرورات تبیح المطورات** '' ہی کی تفسیر ہے البتہ استحسان بالضرورت میں چونکہ انہی ضروری وحاجی احکام کو رکھا جاتا ہے جو قیاس یا شریعت کے اصول عامہ کے خلاف ہو۔ اسے لئے عرف وتعامل کو مستقل مصدر تشریع قرار دیا گیا ہے۔ تاکہ عرف وتعامل کے تحت ان امور کو لایا جا سکے جن کے چھوڑنے میں لوگوں کے لئے مشقت وحرج ہے۔ اور کسی نص کے عموم سے متصادم ہے۔ پس جس کو فقہاء نے ''**الضرررات تبیح المحظورات**'' سے تعبیر کیا تھا۔ اس کو اصولیین نے ''استحسان بالضرورت کا نام دیا ہے۔

یہ صرف اسی ایک مسئلہ پر موقوف نہیں بلکہ اصولیین کے ہاں بہت سے اصول ایسے ہے جو قواعد فقہ کے مقاصد اور منشاء کا بیان ہے۔ مثلاً **الیقین لا یزول بالشک**''۔

اسی طرح علماء اصول کے نزدیک ''عرف وعادت'' ایک مستقل ماخذ قانون ہے مگر کیا ''**العارۃ محکمۃ** '' میں اسی کو بیان نہیں کیا گیا، اصولیین جس چیز کو ''سد ذرائع'' کہتے ہیں۔ کیا ''**ما حرم اخذہ حرم اعطائہ**'' اور ''**ما حرم فعلہ حرم طلبہ**'' میں بھی اسی کو بیان کیا گیا ہے وغیرہ۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ ''عرف''، عموم بلوی، استحسان بالعرف، استحسان بالضرورت'' یہ سب بعض دفعہ عوارض اہلیت کی وجہ سے تکلیف کا نہ پایا جانا اور بعض دفعہ تخفیف ویسر کے ساتھ مکلف سے حکم کا متعلق ہونا، یہ سب اصولی واصطلاحی تعبیر اسی امر کی ہے کہ جس کو قواعد فقہ میں ''**الضرورات تبیح المخطورات**'' سے تعبیر کیا گیا یا ''**المشقۃ تجلب التیسیر** '' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ان قواعد میں گویا کہ کچھ فرق ہوگا لیکن روح اور مقصد ومنشاء دونوں کا ایک ہے

ضرورت وحاجت کے موثر ہونے کے مواقع:۔

ضرورت وحاجت اپنے تمام شرائط وحدود کے ساتھ فقہ کے تمام ابواب میں موثر ہوتے ہیں، یعنی جس طرح طہارت و نجاست اور عبادات کے مسائل میں ضرورت وحاجت کا ذکر ملتا ہے تو اس طرح معاملات میں بھی اس طرح کے احکام کا ذکر ملتا ہے۔

جیسا کہ خیار نقد ثمن کی اجازت، نمونہ دیکھا دینے سے خیار رؤیت کا ساقط ہوجانا وغیرہ۔

حقوق العباد میں ضرورت اس وقت موثر ہوتی ہے کہ جب اس کی تلافی ممکن ہو جیسا کہ حالت اضطرار میں کسی دوسرے شخص کا کھانا، تو اس کی اجازت تو ہے لیکن اس کا ضمان واجب ہوجاتا ہے۔

اسی طرح حاجت بھی احکام میں یعنی حقوق العباد میں موثر ہوتا ہے جیسا کہ اگر ایک شخص کے درخت سے دوسرے شخص کا مکان بے پردہ ہوتا ہو تو اب اس حاجت کی بناء پر اس شخص کو درخت پر چڑھنے سے منع کیا جائے گا اور وہ اپنے درخت کے استعمال میں آزاد نہیں ہوگا وغیرہ۔ لیکن یہاں پر بھی ضرورت وحاجت کے حدود وشرائط کو ملحوظ رکھنے ہونگے۔

حاجت کا مقام:

اس سلسلہ میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ کہ حاجت، ضرورت کے قائم مقام ہے یا نہیں؟

یہ بات تو واضح ہے کہ حاجت کی بناء پر محرمات مباح نہیں ہوتی بلکہ صرف عبادات میں کچھ تخصیص ہوجاتی ہے، چنانچہ علامہ سیوطی نے نقل کیا ہے۔

"والحاجة كالجائع الذى لو لم يجد ماياكله لم يهلك غير انه يكون فى جهد و مشقة و هذا لا يبيح الحرام و يبيح الفطر فى الصوم".(۳۰)

''حاجت کی مثال اس بھوکے کی طرح ہے کہ اگر وہ نہ کھائے تو ہلاک تو نہ ہو لیکن بہت زیادہ مشقت میں مبتلا ہو تو اس کی وجہ سے حرام مباح نہیں ہوتا البتہ روزہ اس کے لئے توڑنا جائز ہوجاتا ہے۔

لیکن مشہور قاعدہ وہی ہے۔

"الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامت كانت او خاصة .(۳۱)

بعض دوسرے فقہاء نے حاجت کے تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱)...... شخصی حاجت

۲)...... خصوصی حاجت

۳)...... عمومی حاجت

۱) شخصی حاجت:۔

اس سے مراد افراد کی حاجت ہے، چونکہ حاجت کا تعلق مشقت سے ہے اور مشقت ایک اضافی چیز ہے جو مختلف افراد کے درمیان متفاوت معیار کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ اور اس میں تحدید خاصی مشکل ہے لہذا بعض اہل علم نے تو انفرادی حاجت کے معتبر

ہونے کی نفی کی ہے۔

علامہ سیوطیؒ کے اس عبارت سے اس کی طرف کچھ اشارہ بھی موجود ہے ''الحاجۃ اذا عامت کانت کالضرورۃ (۳۲)۔ حاجت جب عام ہو جائے تو ضرورت کے قائم مقام ہو جاتی ہے''۔

لیکن یہ کہنا کہ انفرادی حاجت معتبر ہی نہیں بہت مشکل ہے اس لئے کہ فقہاء کے نزدیک انفرادی حاجات کے بہت سارے جزیات موجود ہے جیسا کہ اپنے حق کے وصولی کے لئے رشوت دینا، اسی طرح سودی بنک سے حاجت کی بناء پر قرض لینا، کسی مفسدہ سے بچنے کے لئے جھوٹ بولنے کی اجازت یہ تمام چیزیں انفرادی حاجت سے متعلق جزیات ہیں۔لہذا شریعت میں انفرادی حاجت بھی معتبر ہے۔

ا)خصوصی حاجت:۔

اس سے مراد کسی خاص شہر کے لوگوں یا کسی خاص پیشہ کے لوگوں کی حاجت مراد ہے(۳۳)

۳)عمومی حاجت:۔

اس سے مراد وہ حاجتیں ہیں جس میں مختلف شہر کے لوگ یا مختلف پیشہ کے لوگ مشترک ہو یعنی عام حاجت ہو، خاص نہ ہو۔ لہذا حاجت خاص ہو یا عام یعنی خصوصی حاجت ہو یا عمومی ہر دو معتبر ہے۔یہ اکثر علماء کی رائے ہے اگر چہ بعض فقہاء کے نزدیک حاجت خاصہ معتبر نہیں ہے جیسے: شاطبی نے ابن عربی سے نقل کیا ہے:

"اذا کان الحرج فی نازلہ عامۃ فی الناس فانہ یسقط و اذا کان خاصا لم یعتبر عند نا وفی بعض اصول الشافعی اعتبارہ (۳۴).

جب حرج کسی ایسے مسئلے میں واقع ہو جس میں عام طور پر لوگ مبتلا ہو تو وہ ساقط ہو جاتا ہے اور اگر خاص ہو تو ہمارے نزدیک ایسا حرج معتبر نہیں البتہ امام شافعیؒ کے بعض اصول سے اس کا معتبر ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔

حاجت کی ان تینوں قسموں کو اگر غور سے دیکھا جائے تو تین کے بجائے دو قسمیں بنتی ہے کیونکہ شخصی حاجت اور خصوصی حاجت دونوں ایک ہے اس لئے کہ'' قواعد فقہیہ'' کی کتابوں میں حاجت خاصہ کے تحت جو مثالیں درج کی گئی ہیں ان میں حاجت شخصیہ کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔

اس کی تائید کے (حاجت شخصیہ، حاجت خاصہ میں داخل ہے) اس تعریف سے بھی ہوتی ہے جو''**اصول الافتاء للعثمانی**'' میں کی گئی ہے:

"والحاجۃ الخاصۃ ما یحتاج الھا فئۃ من الناس کاھل المدینہ وارباب حرفۃ معینۃ او یحتاج الیھا فرد

من الافراد محصورین(۳۵) .

لہذا اس طرح حاجت کی دو قسمیں بن جاتی ہیں:

۱)...... خصوصی حاجت

۲)...... عمومی حاجت

اور یہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ حاجت خاص ہو یا عام جمہور کے رائے کے مطابق دونوں معتبر ہے۔

جمہور مختلف روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں حاجت کی بناء پر بعض رعایتیں اور سہولتیں دی جاتی ہے اس طرح بعض محرمات کی اجازت ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ وہ روایت جسمیں اہل عرینہ کو اونٹ کے پیشاب پینے کی اجازت مل گئی تھی۔ یا جس میں عرفجہ بن اسعد رضی اللہ تعالی عنہ کو سونے کی ناک لگانے کی اجازت ہو گئی تھی، اس طرح عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ کو ریشمی لباس کی اجازت، خارش کی وجہ سے مل گئی تھی۔ تو یہ تمام روایات، حاجت خاصہ کی مثالیں ہیں، جو ضرورت کے قائم مقام قرار دے کر، اس کی بناء پر محرمات کی اجازت دیدی گئی تھی۔ جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ خواہ حاجت خاصہ ہو یا عامہ ہر دو جمہور کے نزدیک معتبر ہے۔ دلائل کی روشنی میں یہی راجح معلوم ہوتا ہے لیکن یہاں پر ایک وضاحت ضروری ہے اور وہ یہ کہ حاجت کا اعتبار دفع مضرت کے لئے ہونا چاہیے، جلب منفعت کے لئے نہیں ورنہ اس کے بہت برے نتائج بھگتنے ہونگے جس کے ذمہ دار سادہ لوح علماء ہونگے۔ اب حاجت کن حالات میں موثر ہوتی ہے اگر ہم ان حالات کی تحدید کرنا چاہیں تو اصولی طور پر اس کی مندرجہ ذیل حالتیں سامنے آجاتی ہیں۔

حالات کی اصولی تحدید:۔

۱) سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ حاجت کیوجہ سے جو حرام، مباح ہوگا وہ حرام بغیرہ ہو، حرام لعینہ نہ ہو کیونکہ حرام لعینہ حاجت، کی وجہ سے مباح نہیں ہوتا بلکہ ضرورت کیوجہ سے مباح ہوتا ہے۔

۲) ایسی مشقت نہ ہو جس میں عبادت کا پہلو پایا جاتا ہو، اگر ایسی مشقت ہو تو وہ حاجت معتبر نہ ہوگی۔

۳) وہ حاجت جس کو مدار بنایا جارہا ہو، قرآن وحدیث سے اس کے اعتبار کرنے کا وقعی ثبوت ملتا ہو، محض اپنی اختراع نہ، مثلاً: بیع سلم کا جواز، جنگ ومرض کی وجہ سے ریشمی لباس کا جواز وغیرہ۔

۴) وہ اصل حکم جس کے بجائے حاجت پر مبنی حکم اختیار کیا جارہا تو کسی ایسی نص سے ثابت ہو جو قطعی اور غیر محتمل نہ ہو بلکہ محتمل اور غیر صریح ہو، مثلاً: عورت کے لئے چہرہ کھولنا اصلاً ناجائز ہے لیکن اس کا عدم جواز جن نصوص پر مبنی ہے وہ محتمل اور غیر صریح ہیں۔

۵) ایک شرط یہ ہے کہ مقصد کے حصول کے لئے دوسرا جائز راستہ موجود نہ ہو۔

۶) حاجت کی بناء پر حکم بقدر حاجت ثابت ہوگا، اس میں توسع کی اجازت نہیں ہوگی۔

۷)حاجت کو معتبر ماننے سے ضرورت کا ابطال لازم نہ آرہا ہو۔ بالفاظ دیگر حاجت کی بناء پر مفسدہ دور کرنے سے،اس سے بڑا مفسدہ پیدا نہ ہو رہا ہو۔

۸)حاجت فی الحال موجود ہو، منتظر نہ ہو یعنی مستقبل میں پیش آنے والی نہ ہو۔

۹)مقتضائے حاجت پر عمل کرنے سے شارع کا مقصود فوت نہ ہو رہا ہو جیسا کہ اجارہ کی جواز، حاجت کی بناء پر ہے لہذا ایسی چیزوں کا اجارہ درست نہیں جس سے شارع نے منع کیا ہے۔ جیسے گانا بجانا، نوحہ وغیرہ۔

لہذا انہی مذکورہ حدود وشرایط کی روشنی میں حاجت معتبرہ کا تعین کیا جائے گا۔اور ساتھ ساتھ اس بات کی لحاظ بھی ضروری ہے جو ماقبل میں مذکورہ ہوئی کہ دفع مضرت کے لئے حاجت کا اعتبار ہو، جلب منفعت کے لئے نہ ہو۔

ضرورت کی صورِ خمسہ اوران کے احکام:۔

عام انسان جن مسائل ومعاملات اور حالات کو اپنی ضرورت شمار کرتا ہے فقہاء کرام نے اس کی پانچ صورتیں لکھی ہیں۔ذیل میں ان صورِ خمسہ مع احکام کے مختصراً بیان کیے جاتے ہیں۔

۱)ضرورت بمعنی اضطرار:۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی حالت ہو جائے کہ جس میں ہلاکت کا خوف ہو تو ایسی صورت میں بقدرِ ضرورت محرمات کا استعمال جائز ہے تا کہ جان ہلاکت سے بچ جائے۔

۲)ضرورت بمعنی حاجت:۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی حالت ہو کہ جس میں جان کی ہلاکت کا خوف تو نہ ہو البتہ مشقت شدیدہ میں مبتلا ہو نیکا خوف ہو تو اس وقت محرمات میں بقدر حاجت، جواز راجح ہے، ہاں البتہ جلب منفعت کے لئے محرمات کا ارتکاب جائز نہیں بلکہ صرف دفع مضرت کے لئے جواز کی اجازت ہے۔

۳)ضرورت بمعنی منفعت:۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو جان کی ہلاکت کا خوف ہے اور نہ ہی شدید تکلیف کا خوف ہے بلکہ بالکل درست حالت میں ہو، البتہ بدن کی تقویت کے لئے عمدہ قسم کی غذائیں کھائے یا مقوی دوائیں پیے، تو ایسی حالت میں نہ کوئی حرام، حلال ہوتا ہے اور نہ ہی روزہ افطار کرنا جائز ہے بلکہ اگر مباح قسم کی غذائیں اور دوائیں میسر ہو تو اس کو استعمال کرے ورنہ صبر کریں۔

۴)ضرورت بمعنی زینت:۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو ہلاکت کا خوف ہو، نہ شدید تکلیف کا خوف ہو۔ اور نہ ہی تقویت بدن مقصود ہو بلکہ صرف اپنے نفس کی خوشنودی مقصود ہو تو اس کی وجہ سے بھی مباح طریقے سے اس ضرورت کو پورا کیا جائے گا۔

ضرورت بمعنی فضول:۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ماقبل کے چاروں صورتیں نہ ہو بلکہ صرف لوگوں کے دکھاوے کے لئے، یا دوسرے کے نظر میں بڑا بننے کے لئے کوئی کام کرنا پڑے، تو اس میں حرام کی حلت تو در کنار، مال حلال کو خرچ کرنا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ یہ اسراف ہے جو کہ شریعت میں ممنوع اور حرام ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ضرورت کے چار درجات کا ذکر فرمایا ہے:

۱) ...... ضرورت

۲) ...... آسائش

۳)...... آرائش

۴)...... نمائش

پہلے کے تین درجے مباح ہیں بلکہ پہلا واجب ہے اور چوتھا درجہ حرمت کا ہے۔

☆ خلاصۃ البحث ☆

ضرورت و حاجت کے اس بحث سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ ضرورت و حاجت فقہ کے تمام ابواب میں، اپنے حدود و شرائط کے ساتھ معتبر ہے، لیکن ضرورت و حاجت سے ثابت شدہ احکام پر دوسرے مسائل کو قیاس کرنا کسی طرح درست نہیں ہے، اس لئے کہ ضرورت و حاجت کے شرائط میں یہ بات مذکورہ ہو چکی ہے کہ ضرورت و حاجت سے ثابت شدہ احکام بقدر ضرورت ثابت ہوتے ہیں۔

نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر حاجت ضرورت کے قائم مقام نہیں، لہذا حاجت کی بناء پر حرام لعینہ کو مباح نہیں کیا جائے گا، البتہ ضرورت کی وجہ سے حرام لعینہ بھی مباح ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ حاجت، ضرورت سے کم درجے کی چیز ہے چنانچہ حاجت کی بناء پر اگر چہ حرام لغیرہ کو مباح کیا جاسکتا ہے لیکن حرام لعینہ کو مباح قرار دینے کی قطعاً گنجائش نہیں۔

حوالہ جات:

۱)البقرۃ: ۱۸۵
۲)المائدہ: ٦
۳)البقرہ: ۱۷۳
۴)مشکوۃ
۵)انعام الباری
٦)الصحاح للجوہری، جلد ۲: صفحہ۲۷
۷)لسان العرب، جلد ۴، صفحہ ۴۸۳
۸)القاموس، جلد ۲، صفحہ ۷۷
۹)کتاب التریفات
۱۰)المعجم الوسط
۱۱)قواعد الفقہ
۱۲)احکام القرآن للجصاص الرازی، ۱/۱۳۱
۱۳)اعلاء السنن، ج ۱۴، ص، ۴۵
۱۴)الاشباہ والنظائر للسیوطی، صف ۱۷٦
۱۵)قواعد الفقہ
۱٦)اصول الفقہ لابی زہرہ صفحہ ۴۰
۱۷)قواعد الفقہ صفحہ ۲۵۷
۱۸)جدید فقہی مباحث صفحہ۲۷۸
۱۹)الاشباہ والنظائر صفحہ ۱۳۸
۲۰)شرح القواعد الفقھیہ صفحہ ۱۳۸
۲۱)اصول السرخسی، ج ۱، ص ۱۲۱
۲۲)کشف الاسرار، جلد ۴، صفحہ ٦٦۳
۲۳)الاشباہ والنظائر، ص ۱۷۷

۲۴)المائدہ، ۳

۲۵)البقرۃ:۱۷۳

۲۶)فقہ الاسلامی وادلتہ،

۲۷)کشف الاسرار ، جلد نمبر ۴، صفحہ ۲.۱۹

۲۸)المحصول فی علم الاصول ،ج ۵ ، ص ۳۴۹

۲۹)رسائل ابن عابدین ، جلد ۲، ص ۱۴۰

۳۰)الاشاہ والنظائر للسیوطی،ص ۱۷۶

۳۱)الاشاہ النظائر للسیوطی، ص ۱۷۹

۳۲)لاشاہ النظائر للسیوطی، ص ۱۷۹

۳۳)المدخل الفقہی العام للزرقاء جلد ۲، ص ۹۹۷

۳۴)الموافقات فی اصول الاحکام

۳۵)اصول الافتاء للعثمانی ، صفحہ ۴۵

......☆☆☆☆☆......